رشید اختر

مسلمان مؤرخین

(سلسلہ کے لیے دیکھیے ثقافت جنوری ۱۹۶۳ء)

المقریزی

احمد بن علی بن عبدالقادر المقریزی مصر کے وہ سب سے بڑے مؤرخ ہیں جنھیں آٹھویں صدی ہجری میں ابن عبدالحکم کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ السخاوی کا بیان ہے کہ ان کا خاندان بعلبک کا رہنے والا تھا اور ان کے دادا بہت بڑے محدثین میں سے تھے۔ ان کے والد بعلبک سے قاہرہ آئے اور قضاۃ سے متعلقہ بعض فرائض ان سے متعلق کر دیے گئے۔ احمد مقریزی ۷۶۶ھ میں پیدا ہوئے[1]۔ السخاوی نے ان کی پیدائش کے سن کی تخصیص نہیں کی، البتہ ابن حجر کا قول نقل کیا ہے جس سے اسی سن کی تائید ہوتی ہے[2]۔

مقریزی کے باپ بڑے عالم تھے۔ اس لیے ان کے بچپن کو بہت اچھا ماحول ملا، پہلے قرآن حکیم حفظ کیا۔ پھر بڑے اساتذۂ وقت کی خدمت میں حاضری دی۔ السخاوی نے ان بزرگ علماء کے نام لکھے ہیں۔ الشمس بن صایغ الحنفی، برہان الآمدی، عز بن الکویک، النجم بن ازین، شمس بن الخشاب، التنوخی، ابن ابی الشیخہ، ابن ابی المجد، البلقینی، العراقی، الہیثمی، الفرسیسی، ان کے پہلے اساتذہ تھے۔ وہ جب مکہ تشریف لے گئے تو انھوں نے الشاذری الامیوطی، الشمس بن سکر، ابی الفضل النویری، سعدالدین الاسفرائنی، اور ابی العباس سے سماع کیا۔ انھیں الاسفری، الازرعی، ابوالبقا السبکی، علی بن یوسف

---

(۱) اکتفاء القنوع ص ۸۶ (۲) الدرالکامنہ جزاول (مقریزی)۔ السخاوی جزدوم ص ۲۱

حافظ ابو بکر بن محب۔ ابو العباس بن العزا، اور ناصر الدین محمد بن محمد نے حدیث روایت کرنے کی ان کو اجازت دی۔ ان بزرگوں کے علاوہ وہ اور بڑے مشائخ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ ائمہ کی مجالس میں بیٹھے اور اپنے علم میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا۔ السخاوی فرماتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ پہلے وہ حنفی تھے۔ پھر شافعی بنے، لیکن وہ کچھ زیادہ سخت نہ تھے۔ غالباً اسی وجہ سے السخاوی نے ان کے بارے میں لکھا

لکن انہ کان مائلاً الی الظاھر[1]

امام ابن حجر نے ان کے بارے میں بہت اچھی رائے ظاہر کی ہے اور حدیث سے ان کی محبت و شغف کو سراہا ہے۔ علم کے حصول کی خاطر انھوں نے متواتر جو جدوجہد کی اس سے ان کی نظر میں بڑی وسعت پیدا ہوئی اور ان کا ذخیرۂ علم خوب بڑھا۔ جوانی ہی میں وہ اہل النظر حضرات میں شمار ہونے لگے۔ اور انھیں سرکار کی طرف سے کئی بڑے مناصب دیے گئے۔ وہ شعر بھی کہتے اور نثر بھی بہت عمدہ لکھتے تھے۔ وہ پہلے قاہرہ کے نائب حاکم مقرر ہوئے۔ پھر کئی بار الحسبہ کے والی بنائے گئے۔ جامع عمرو، مدرسہ حسن اور جامع الحاکم کے خطیب ہونے کی عزت بھی پائی۔ محب بن نصر اللہ کی جگہ مؤیدیہ میں حدیث بھی پڑھائی۔

ان کی عادتیں بہت پسندیدہ اور اخلاق بہت اونچے تھے اس لیے امرا و خواص سب ہی ان سے محبت کرتے۔ یہاں تک کہ الملک الظاہر، برقوق شاہِ مصر، انھیں اکثر اپنے قریب رکھتے۔ شاہی خاندان سے ربط کے سبب کبھی کبھی وہ اس کے ساتھ باہر بھی جاتے۔ ۸۱۸ھ میں جب صاحبزادہ الناصر دمشق گئے تو انھیں بھی ساتھ لیتے گئے۔ دمشق کی قضاۃ کئی بار انھیں پیش کی گئی مگر انھوں نے ہر بار انکار کیا۔ البتہ جب اوقاف کی نگرانی انھیں سونپی گئی تو انھوں نے قبول فرما لیا۔ وہ دمشق تشریف لے گئے اور بیمارستان اور وقف القلانسی کی نگرانی فرمائی۔ اوقاف کے ساتھ ساتھ وہاں کی عدالتوں کی نگرانی اور اشرفیہ اور اقبالیہ

---

(۱) السخاوی جز ۲ ص ۲۲؎

کی تدریس کا کام بھی ان کے ذمہ کر دیا گیا تھا۔ کچھ مدت تک انھوں نے یہ کام کیا، بعد میں اس سے مستعفی ہو گئے اور اپنے شہر میں ایک طرح کی گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پھر تاریخ لکھنے لگے اور اس میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ لوگ انھیں اس باب میں حجت سمجھنے لگے۔ اسی دوران میں انھوں نے اپنی مشہور عالم تصانیف الخطط القاہرہ در العقود الفریدہ، فی تراجم الاعیان المفیدہ، امتاع الاسماع، عقد جواہر الاسفاط فی ملوک مصر والفسطاط، البیان والاعراب عما فی ارض مصر من الاعراب الاکام فی من تاخر بارض الحبشہ من ملوک الاسلام والطرفۃ الغریبہ فی اخبار حضرموت العجیبہ ومعرفۃ ما یجب لآل البیت النبوی القیانظ الحنفاء باخبار الائمہ الفاطمیین الخلفا، السلوک بمعرفۃ دول الملوک اور تاریخ الکبیر المقفیٰ (سولہ اجزاء میں)۔ الاخبار عن الاعذار والاشارۃ والکلام، بنیان الکعبہ بیت الحرام، التخاصم بین بنی امیہ وبنی ہاشم، شذور العقود ضوء الساری۔ الاوزان والاکیال الشرعیہ، ازالۃ التعب والغار، حصول الانعام والمیر، المقاصد السنیہ فی معرفۃ الاجسام المعدنیہ تجرید التوحید اور مجمع الفرائد لکھیں۔

السخاوی کے بیان کی رو سے انھوں نے کوئی دو سو تصانیف کیں اور خود ان کا اپنا بھی یہی بیان تھا۔ السخاوی نے ان کی بعض غلطیوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مگر یہ غلطیاں محض اس قسم کی تھیں کہ کہیں دال مشدد تھا تو انھوں نے اسے ساکن کر دیا۔ کثرتِ تحریر میں اس قسم کی لغزشیں بہت معمولی حیثیت رکھتی ہیں۔ السخاوی ہی کا بیان ہے کہ انھیں جاہلیت کے زمانہ کے حالات پر خوب عبور حاصل تھا۔[۲]

امام ابن حجر نے اپنی معجم میں مقریزی کے حالات لکھے ہیں۔ انھوں نے ان کی نظم و نثر اور تصانیف کی بڑی تعریف کی ہے۔ خصوصیت سے ان کی تاریخ القاہرہ کو بہت سراہا ہے۔ امام ابن حجر کے نزدیک مقریزی مصر کے مجاہل، معالم اور مآثر کے احیاء کا سبب بنے[۳]۔ اور اس کی تاریخ کو اپنی جد وجہد سے زندہ کر دیا۔ عینی نے بھی ان کے حالات لکھے ہیں اور انھیں مصر کا بڑا مؤرخ قرار دیا ہے۔ بہر حال مقریزی مصر کے وہ سب سے بڑے مؤرخ ہیں جنھوں نے مصر کو زندگی بخشی اور اس کے ماضی کو تاریخ کے صفحات پر نقش کر کے اسے سارے

---

(۱) السخاوی جزء ۲، ص ۲۲ (۲) السخاوی جزء ۲ ص ۲۴ (۳) ابن حجر، المعجم (ذکر مقریزی) البنۃ المسبوک ص ۲۱۔

عالم کے لیے وجہ عبرت بنا دیا۔ سنہ ۸۴۵ھ کے رمضان میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور بیبرسیہ میں دفن کیے گئے۔ السیوطی نے مقریزی کا سن وفات سنہ ۸۴ھ لکھا ہے اور سن ولادت سنہ ۶۶۹ھ[1] ہے۔

مقریزی کی حسب ذیل تصانیف چھپ چکی ہیں:

۱۔ اتعاظ الحنفا باخبار الائمہ والخلفاء، استاذ ہوگو نیز نے سنہ ۱۹۱۱ء میں چھاپی۔ قدس شریف سے مطبع دار الایتام سے بھی چھپ چکی ہے۔ دولت فاطمیہ اور اخبار قرامطہ پر بہت عمدہ ماخذ سمجھی گئی ہے۔

۲۔ الالمام باخبار من بارض الحبشہ من ملوک الاسلام۔ پروفیسر رنک نے سنہ ۱۷۹۰ء میں پہلی بار چھاپی، پھر مصر سے المطبع التالیف نے سنہ ۱۸۹۵ء میں طبع کی۔

۳۔ الاوزان والمکاییل الشرعیہ، پروفیسر تیسکسن کے اہتمام سے سنہ ۱۸۰۰ء میں چھپی۔

۴۔ البیان والاعراب، عمانی ارض مصر من الاعراب۔ پروفیسر وستفلہ کی نگرانی میں تین حصوں میں سنہ ۱۸۴۷ء میں پہلی بار طبع ہوئی۔

۵۔ تاریخ الاقباط۔ چھپنے کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوسکا۔

۶۔ السلوک لمعرفۃ دول الملوک، سنہ ۱۸۳۷ء میں اس کے دو جز پیرس سے چھپے۔

۷۔ الطرفۃ الغریبہ فی اخبار دار حضر موت العجیبہ، استاذ نوسکوی نے اس کا عربی متن اور لاطینی ترجمہ سنہ ۱۸۶۶ء میں بون سے شائع کیا۔

۸۔ کتاب التنازع والتخاصم فیما بین بنی امیہ و بنی ہاشم۔ لیدن سے سنہ ۱۸۸۸ء میں چھاپی گئی۔ بہت مختصر سی کتاب ہے جس میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کے باہمی جھگڑے پر جذباتی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

۹۔ المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار۔ مصنف کی یہی کتاب سب سے اہم تصنیف سمجھی گئی ہے اور اسی کتاب کے سبب حقیقتاً پرانا مصر زندہ ہوا۔ ورنہ مصر کے ماضی پر کسی نے اتنی محنت نہ کی تھی۔ مصنف نے اس کتاب میں مصر کی قدیم بزرگی، اس کے آثار، اس کے جغرافیائی حالات اور

---

(۱) حسن المحاضرہ جز اوّل ص ۲۳۹

انقلابات روزگار کی ایک مستند روداد پیش کی ہے۔ سب سے پہلے یہ دو حصوں میں بولاق سے سنہ ۱۲۷۰ھ میں طبع ہوئی۔ پھر چار حصوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ مطبع النیل نے اسے چھاپا (سنہ ۱۳۲۴ھ)۔ مطبع المعہد الفرنسی نے بھی اس کے چار اجزا اپنے طور پر اپنی نگرانی میں سنہ ۱۹۱۱ء، سنہ ۱۹۱۳ء، سنہ ۱۹۲۲ء اور سنہ ۱۹۲۴ء میں طبع کیے۔ پانچواں جز سنہ ۱۹۲۸ء میں طبع ہوا۔ فرانسیسی میں اس کے ایک جز کا جو جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ کئی اجزا میں سنہ ۱۸۹۳ء، سنہ ۱۸۹۵ء، سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۲۰ء میں چھپتا رہا۔ اس کے علاوہ اس کا ایک لاطینی ترجمہ پروفیسر ونترز نے سنہ ۱۸۲۸ء میں سالباشی سے چھاپا۔ یہ وہ حصہ تھا جس میں مصر کے قبطیوں کے دین مسیحی میں آنے کی تفصیل ہے۔ اس کا ایک اور حصہ جس میں قبطیوں کے حالات ہیں، ایک مستقل کتاب کی صورت میں علامہ وستنفلا نے سنہ ۱۸۴۵ء میں غوتا سے چھاپا۔ یہی حصہ پروفیسر ہاکر نے امتسردام سے سنہ ۱۸۲۳ء میں طبع کیا تھا۔

۱۰۔ النقود القدیمہ والاسلامیہ۔ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو ایک سو چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ سکوں پر اس سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی۔ پروفیسر تیسکس نے اسے سنہ ۱۷۹۷ء میں روستک سے چھاپا۔

امام النووی

شیخ علامہ محی الدین ابوزکریا شیخ الاسلام، استاذ المتاخرین، امام یحییٰ بن شرف النووی نے ساتویں صدی ہجری میں بڑی شہرت پائی ہے۔ محرم سنہ ۶۳۱ھ میں نویٰ میں پیدا ہوئے جو دمشق کے نواح کا ایک آباد قصبہ تھا۔ ان کے والد باہر سے آن کر آباد ہوئے تھے۔ ان کا بچپن یہیں گزرا۔ صاحب طبقات الشافعیہ نے ان کے بچپن کے دو عجیب واقعات نقل کیے ہیں۔ ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ وہ ابھی سات سال کے تھے۔ وہ ستائیسویں شب رمضان المبارک کو اپنے باپ کے پہلو میں لیٹے تھے کہ دفعتہً انھوں نے سارے گھر کو ایک عجیب روشنی سے جگمگاتا پایا۔ انھوں نے اپنے والد کو جگایا اور اس روشنی کی طرف متوجہ کیا۔

---

(۱۴) المعجم المطبوعات ص ۱۸۱۔

مگر نہ باپ یہ روشنی دیکھ سکے اور نہ گھر کے کسی دوسرے شخص کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن سب نے یقین کر لیا کہ یہ رات شب قدر تھی۔(۱)

صاحب طبقات الشافعیہ ہی کا بیان ہے کہ شیخ یاسین بن یوسف الزرکشی نے نووی کو دس سال کی عمر میں روتے ہوئے اور قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا۔ نووی اس لیے روتے تھے کہ ان کے ساتھی انھیں کھیل میں اپنے ساتھ نہ کھلاتے تھے۔ نووی کی یہ بات شیخ زرکشی کو بہت بھائی۔ اور وہ اس سے پیار کرنے لگے، اور بشارت دی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اعلم الناس ہوگا۔ اور یہی بات ہوئی۔ نووی بڑے ہو کر اعلم الناس ہی نہیں، استاذ المتاخرین اور شیخ الاسلام بنے۔

صاحب طبقات الشافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ بڑے زاہد، قانع اور پہلے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ تھے۔ اس زہد کے باوجود وہ حدیث، فقہ، اسماء الرجال اور لغت میں امام تھے۔ صاحب الکتفا کے بیان کی رو سے انھوں نے یہ تمام علوم دمشق ہی کے بڑے اساتذہ سے پڑھے تھے۔ ابو شامہ کے انتقال کے بعد امام نووی کو ان کی جگہ دمشق کے سب سے بڑے مدرسۂ المدرسۃ الاشرفیہ کی صدارت ملی۔ یہ منصب ان کے پاس برسوں رہا۔ وہ درس بھی دیتے اور ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے تھے۔ آخر میں تصنیف و تالیف پر زیادہ وقت صرف کرنے لگے تھے جس کے سبب ان کی صحت بہت گر گئی اور انھیں تمام کام کاج ترک کر کے اپنے آبائی گاؤں نووی جانا پڑا۔ وہاں بھی وہ صحت یاب نہ ہو سکے اور بیماری موت کا بہانہ بن گئی۔ اور جوانی ہی کے عالم میں محض ۴۵ سال جی کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام النووی کی تصانیف میں سب سے اہم تصنیف تہذیب الاسماء واللغات ہے۔ گو اس کتاب میں انھوں نے مختصر المزنی، المہذب، الوسیط، الوجیز، التنبیہ اور الروضہ میں موجود الفاظ کو یکجا کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس میں ان تمام مردوں، عورتوں اور ملائکہ کے حالات

---

(۱) طبقات الشافعیہ جزء ۴، ص ۱۶۶

بھی لکھے ہیں جن کا ذکر ان کتابوں میں آیا ہے اور جو ان میں سے کسی میں بیان نہ ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب تاریخ وسیر کی کتاب بن گئی اور اسی وجہ سے ہم نے تاریخ کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ اسمار سے متعلق ہے اور دوسرا لغات سے۔ گویا یہ سیرت بھی ہے اور قاموس بھی۔ پہلا حصہ یعنی اسمار سب سے پہلے مدینہ گوتنگن میں ۱۸۴۲ء میں چھپی۔ علامہ وستنفلڈ نے اس کی طباعت کا بندوبست کیا۔ اس میں زیادہ تر ان بزرگوں کے اسمار ہیں جو اوائل دور میں ممتاز و مشہور تھے۔

۲- طبقات الشافعیہ- امام نووی کی ایک اور مہتم بالشان تصنیف طبقات الشافعیہ ہے جس میں انھوں نے تمام مشاہیر شافعی علمار کے حالات لکھے ہیں۔

۳- ریاض الصالحین من کلام سید المرسلینؐ- یہ حدیث کی کتاب ہے جسے مکہ معظمہ کے ایک مطبع الامیریہ نے ۱۳۰۲ھ میں شائع کیا۔

۴- کتاب التقریب والتیسیر فی مصطلح الحدیث[۱] نووی کی یہ تالیف حدیث کی اصطلاحات پر بڑی جامع کتاب ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ امام السیوطی نے اس کی شرح لکھی جس کا نام تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی رکھا۔ متن اور شرح دونوں ۱۳۰۷ھ مصر سے چھپیں۔

ابن کثیر

آٹھویں صدی ہجری کے ابن کثیر آخر وقت کے ابو جریر طبری ہیں جنھیں تاریخ اسلام، ان کی تصنیف البدایہ والنہایہ کے سبب قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔

وہ صاحب[۲] الذیل کے بیان کی رو سے مجدل القریہ (بصرہ کے ایک گاؤں) میں ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد اس بستی کے خطیب تھے۔ پھر ان کے والد دمشق تشریف لے گئے

---

(۱) کشف الظنون جزء ۲ ص ۳۸۸؛ الکتفاء ص ۱۳۲۔

جہاں ابن کثیر نے نشو و نما پائی اور وقت کے بڑے ائمہ حدیث و فقہ و تفسیر سے علوم مروجہ سیکھے۔ امام ابن تیمیہ کی خدمت میں بھی حاضری اور شاگردی کا شرف پایا۔ ابن کثیر حضرت امام کے بڑے شاگردوں میں شمار کیے گئے ہیں۔ خود انھوں نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔[1] امام صاحب کے علاوہ انھوں نے ابن الشحنہ، ابن الزراد، اسحاق الآمدی، ابن عساکر، المزی، ابن ملاحی اور اسی پایہ کے دوسرے بڑے محدثین سے حدیث سماع کی تھی۔[1]

الذہبی نے اپنی المختص اور طبقات الحفاظ میں ابن کثیر کا ذکر کرتے ہوئے انھیں بلند رتبہ امام، مفتی، محدث، فقیہ، متقن، مفسر اور مؤرخ تسلیم کیا ہے[2]۔ مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ نقاد بھی تھے۔

ابن حجر کا بیان ہے کہ ابن قیم کی طرح ابن کثیر نے بھی حضرت امام ابن تیمیہ کی خاطر تکالیف برداشت کیں اور بعض علماء نے ان سے بھی عناد و بغض برتا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی تصانیف، ان کی زندگی ہی میں تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں۔ اور لوگوں نے ان کی موت کے بعد ان سے خوب فیض پایا۔

ابن کثیر نے طبقات الشافعیہ، تفسیر ابن کثیر، کتاب کبیر، مختصر ابن الصلاح اور البدایہ والنہایہ تصنیف کیں۔ یہ ساری کی ساری کتابیں شہرۂ آفاق ہیں۔ ان کی تفسیر تفسیروں میں اور تاریخ تاریخوں میں بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ تاریخ چودہ جلدوں میں ہے۔ اور مصر سے بڑے اہتمام کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ جس میں شروع زمانہ سے لے کر مصنف کی وفات تک کے حالات بڑے جامع اور موثر انداز میں درج ہیں۔

ابن کثیر نے ۷۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔

ابن فہد المکی

مکہ میں ابن فہد ایک بڑا مشہور خاندان تھا۔ حافظ ابی الفضل تقی الدین بن فہد اسی خاندان میں سے تھے جو ۷۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بہت بڑے عالم تھے۔ اسنا مصر الاعلیٰ میں ان کی جاگیر تھی۔

---

(۱) البدایہ والنہایہ جز ۱۴ ص (۲) الدرالکامنہ جز اول ص ۳۷۴ (۳) المختص تذکرہ ابن کثیر

محمد ابن فہد المکی وہیں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد انھیں بچپن ہی میں مکہ سے آئے جہاں انھوں نے پہلے قرآن حفظ کیا پھر دوسرے علوم پڑھے اور پھر حدیث کے سماع کے لیے دوسرے بڑے بڑے شہروں کے سفر کیے۔ اور اس وقت کے بڑے بڑے شیوخ، المزین المراغی، ابوالیمن الطبری، الشمس الغراقی، الشریف عبدالرحمٰن الفاسی، ابوالطیب السحولی، المجد اللغوی صاحب القاموس، ابن ابی بکر الادذق، العراقی، الہیثمی، عائشہ بنت ہادی سے سماع کیا۔

ابن حجر عسقلانی جب مکہ تشریف لائے تو ان سے علم الرجال سے سند لی اور بہت اونچی تصانیف کیں جن میں الذیل کے مقدمہ میں حسب ذیل تصانیف ان سے منسوب کی گئی ہیں:

نہایۃ التقریب وتکمیل التہذیب۔ النور الباہر الساطع۔ الجنۃ باذکار الکتاب والسنۃ۔ المطالب السنیہ۔ بہجۃ الامہ۔ بشری الورلی۔ اقتطاف النور۔ الابانۃ۔ طرق الاصابہ بما جاء فی الصحابہ۔ تحفۃ العلماء۔ وسیلہ الناسک۔ الزوائد۔ تقریب البعید۔ غایۃ القصد۔ عمدۃ المنتحل اور لحظ الالحاظ۔

سخاوی کا بیان ہے کہ وہ مطالعہ، تصنیف اور طواف کعبہ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بہت شریف، نیکوکار اور رحم دل تھے۔ ۸۷۱ھ میں انتقال فرمایا۔ مقریزی نے بھی ان کا ذکر خیر کیا ہے۔[۱]

السخاوی

حافظ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی صاحب الضوء اللامع لاہل القرآن التاسع بھی ہمارے بزرگ مؤرخین میں سے ہیں۔ قاہرہ میں ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ بہت چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ قرآن کے علاوہ عمدۃ الاحکام التنبیہ، المنہاج، الفیۃ ابن مالک، الفیۃ العراقی، غالب الشاطبیہ، نخبۃ لابن حجر، بھی حفظ کیں۔ اور فقہ، عربیۃ، قراءات، حدیث، تاریخ، فرائض، حساب، تفسیر اور اصول فقہ میں کمال حاصل کیا۔

۱۔ السخاوی۔ مقریزی العقود۔ ترجمہ ابن فہد

اپنے مشائخ سے انھوں نے جو کتابیں پڑھیں یا سنیں وہ بے شمار ہیں۔ چار سو سے زیادہ اساتذہ و شیوخ کی خدمت میں حاضری دی اور سماع کی عزت پائی۔ ابن حجر عسقلانی ان کے سب سے بڑے استاذ ہیں جن سے انھوں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ ابن حجر کی خدمت میں برسوں رہے اور ان کی ساری تصانیف ان سے پڑھیں۔ صرف صحیح بخاری انھوں نے ایک سو بیس علما سے سنی تھی۔ علم کی خاطر مختلف شہروں کا سفر اختیار کیا اور دُور دُور گئے۔ حلب، دمشق اور بیت المقدس میں مدتوں قیام کیا۔ اپنے استاذ ابن حجر کی موت کے بعد حج کے لیے اپنے والدین کے ساتھ حرمین آئے۔ اور برہان الزمزمی اور دوسرے بڑے علماء سے ملے اور ان سے سماع کیا۔ حج کے بعد قاہرہ لوٹے اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ پھر حرمین آئے۔ کبھی مکہ میں رہتے اور کبھی مدینہ میں۔ مدینہ میں تھے کہ ۹۰۲ھ میں انتقال فرمایا"

السخاوی کی تصانیف میں فتح المغیث، الضوء اللامع، الجواہر والدرر، المقاصد الحسنۃ، التاریخ المحیط، تلخیص تاریخ الیمن، والاصل الاصیل، تحریر المیزان، عمدۃ القاری، السامع، غنیۃ المحتاج، بہت مشہور ہیں۔ ابن العماد کے قول کے مطابق علم الجرح والتعدیل ان پر ختم ہو گیا تھا۔ الذہبی کے بعد ان جیسا کوئی دوسرا عالم پیدا نہیں ہوا۔

الضوء اللامع ان کی سب سے بڑی تصنیف ہے جو نویں صدی ہجری کے تمام بڑے علماء، شعراء صلحا، رواۃ، خلفاء الملوک، الامرا، وزراء، اور دوسرے ممتاز اشخاص کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے، اور چھ جلدوں میں ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے التبر المسبوک فی ذیل السلوک کے عنوان سے مقریزی کی کتاب السلوک پر ذیل کی۔ ۸۴۵ھ سے لے کر اپنے وقت تک اعیان کے تراجم لکھے۔ بولاق سے ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی۔ تحفۃ الاحباب۔ مصر سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی۔ شرح الفیہ۔ القول البدیع ۱۳۲۱ھ میں حیدرآباد دکن اور مصر سے دوبارہ چھپ چکی ہے۔

---

(۱) ابن ایاس جز ۲، ص ۳۲۱ - الخطط الجدیدہ جز ۱۲ - ص ۱۵ - شذرات الذہب "ابن عماد" ترجمہ السخاوی مقدمہ الضوء۔

ابن دقماق

ابراہیم بن محمد بن دقماق مقریزی کے بعد دوسرے بڑے مصنف ہیں جنھوں نے مورخ کی حیثیت سے شہرت پائی۔ وہ اپنے وقت میں مورخ الدیار المصریہ کہے جاتے تھے۔[1]

ابن حجر نے اپنی معجم میں ابن دقماق کا ترجمہ لکھتے وقت تحریر کیا ہے کہ وہ سنہ ۷۵۰ھ کے حدود میں پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ ان کا خاص موضوع تھا۔ تاریخ الاسلام، تاریخ الاعیان اور طبقات الحنفیہ جیسی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ سنہ ۸۰۴ھ میں پریشانی کا شکار ہوئے۔ حضرت امام شافعی کے ترجمہ میں ان کے قلم سے کچھ ایسی باتیں لکھی گئی تھیں جنھیں حضرات شافعیہ برداشت نہ کر سکے۔[2]

السخاوی کا بیان ہے کہ ادب سے بہت شغف رکھتے تھے گو ان کی عربیت اچھی نہ تھی۔ ان کے اخلاق بہت پسندیدہ اور عادات بہت اچھی تھیں۔ بہت اچھی طرح رہتے تھے۔ مرنجاں مرنج آدمی تھے۔ دوستوں اور غیروں سے خلوص کے ساتھ پیش آتے تھے۔ بہت سہل فہم لکھتے۔[3] دمیاط کے امیر بنائے گئے تھے۔ مگر وہاں کچھ زیادہ دیر نہ رہے اور قاہرہ لوٹ آئے۔ سنہ ۸۰۹ھ میں یہیں انتقال فرمایا۔ ساٹھ سال کی عمر تھی۔ السیوطی نے ان کی موت سنہ ۷۹۰ ہجری بیان کی ہے اور عمر ۸۰ سال لکھی ہے۔[4]

ابن حجر نے ان پر بہت بھروسہ کیا ہے۔ ابن کثیر کے بعد ابن دقماق انھیں بہت معتمد مؤرخ معلوم ہوئے تھے۔

انھیں کسی سے بیر نہ تھا۔ اور ہر ایک کا ذکر بہت احترام سے کرتے۔[5] مقریزی فرماتے ہیں کہ ابن دقماق اپنے وقت کے بہت بڑے مؤرخ تھے۔ انھوں نے تاریخ کبیر مرتب کی جس میں سنین کا لحاظ رکھا۔ انھوں نے اخبار الادلۃ الترکیہ بھی لکھی۔ اور الظاہر کی سیرت بھی مرتب کی۔

افسوس ہے کہ مصنف کی تصانیف میں سے سنہ ۱۹۳۰ء تک صرف الانتصار الواسطہ

---

(۱) السخاوی جز اول ص ۱۴۵۔ (۲) معجم ابن حجر ترجمہ ابن دقماق (۳) السخاوی جز اول ص ۱۲۵۔ (۴) حسن المحاضرہ جز اول ص ۲۳۹۔ (۵) مقریزی عقود (ترجمہ ابن دقماق)۔ (۶) المعجم المطبوعات ص ۱۰۴۔

عقد الامصار چھپ سکی ہے۔ اور اس کتاب کے بھی صرف تین اجزا منظر عام پر آسکے ہیں۔ سب سے پہلے اس کا دوسرا حصہ ۱۸۹۳ء میں الاکتور فوللرس ناظر کتب خانہ السلطانیہ نے چھاپا پھر اس کا چوتھا اور پانچواں حصہ مصر سے طبع ہوا۔[1]

الحسینی

سید شریف حافظ شمس الدین ابو المحاسن محمد بن علی الحسینی ۷۱۵ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ محمد بن ابی بکر، ابو محمد، بن ابی النائب، ابراہیم، الحجاج المزی، الذہبی، البرزالی، السبکی، اور کئی بڑے اساتذۂ حدیث سے حدیث اور دوسرے علوم پڑھے۔ امام الذہبی کے بڑے محبوب شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب المعجم المختص میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور انھیں العالم الفقیہ، المحدث قرار دیا ہے۔

ابن الناصر الدین کا قول ہے کہ الحسینی، امام، حافظ، اور جلیل القدر مؤرخ تھے۔ ابن حجر نے بھی ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ابن کثیر بھی انھیں بڑا محدث مانتے ہیں۔ الذہبی کی کئی کتابیں انھوں نے اپنے ہاتھ سے نقل کیں۔ ابن حجر نے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی الصبر دیکھی تھی۔ انھوں نے اپنے استاذ الذہبی کی کتاب التذکرۃ الحفاظ پر ذیل لکھا۔ یہ ذیل دمشق سے چھپ چکا ہے۔ اس میں انھوں نے الذہبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان بزرگ علما و محدثین کے حالات تحریر فرمائے ہیں جو الذہبی سے رہ گئے تھے، یا جو الذہبی کی موت کے بعد شہرۂ آفاق ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کی حسب ذیل تصانیف مشہور ہوئیں:

(۱) التذکرہ بمعرفتہ رجال العشرہ، اس میں انھوں نے شیخ المزی کی تہذیب الکمال کا اختصار کیا۔ اور اس سے وہ رجال حذف کر دیے جو صحاح ستہ میں نہ تھے اور مؤطا، مسند احمد، مسند شافعی، مسند ابی حنیفہ کے رجال بڑھا دیے۔ (۲) الاکمال بما فی مسند احمد من الرجال ممن لیس فی تہذیب الکمال۔ (۳) الذرتیہ الطاہرہ۔ (۴) الاکتفار فی الضعفا۔ (۵) التعلیق علی میزان الاعتدال۔

---

(۱)

(۶) معجم الشیوخ (۷) ذیل العبر الذہبی۔

دمشق میں ۷۶۵ھ رمضان المبارک میں انتقال فرمایا۔ اور قاسیون کے دامن میں دفن کیے گئے۔"(۱)

---

(۱) الذیل جلال الدین السیوطی ص ۲۶۴، ۲۶۵ - المختص للذہبی الدرالکامنۃ لابن حجر (ترجمہ حسنی)۔

مسلمانوں کے سیاسی افکار

مصنف پروفیسر رشید احمد

سیاسی نظریہ سازی کی تاریخ میں مسلمان مفکروں اور مدبروں کے نظریات کی خاص اہمیت ہے لیکن ان کے نظریات کو ایک جگہ جمع کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی ہے ـــــ اس کتاب میں مختلف زمانوں اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے بارہ مفکروں کے نظریات پیش کیے گئے ہیں کتاب کے شروع میں قرآنی نظریۂ مملکت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کو تمام مفکرین نے اپنے نظریات کی بنیاد قرار دیا ہے۔ قیمت ۵ر۷۵ روپے

اقبال کا نظریۂ اخلاق

مصنف پروفیسر سعید احمد رفیق

انسانی ترقی کی عمارت جن بنیادوں پر استوار ہے ان میں ایک اخلاق بھی ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے اپنی مختلف تحریروں اور اشعار میں اخلاق پر بہت زور دیا ہے۔ اقبال کے فلسفۂ حیات میں انفرادی اور اجتماعی اخلاق اور اخلاقی اقدار کی جو اہمیت ہے اس کے مختلف پہلوؤں کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے

قیمت مجلد ۴ روپے

غیر مجلد ۳ روپے

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور